Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

Derivable Guiding Principles from the Prophetic (ﷺ) Method of Preaching Islam and an Analytical & Practical Study of Their Lessons for Contemporary Islamic Preachers

رسول اکرم ﷺ کی دعوتِ دین سے مستنبط رہنما اصول اور معاصرین داعیانِ اسلام کے لیے ان میں موجود دروس کا علمی و تطبیقی جائزہ

Zain Ullah Jan
Theology Teacher, M.Phil Scholar, AWKU Mardan
Email: zainullahjan515@gmail.com

Ruqia Bibi
M.Phil Scholar, AWKU Mardan
Email: ruqia99999@gmail.com

Abstract

The Prophetic (ﷺ) mission of preaching Islam offers a timeless model for effective communication of divine guidance. This research explores the guiding principles derived from the Seerah (biography) of the Prophet Muhammad ﷺ in his approach to Da'wah (Islamic preaching). The study systematically analyzes key strategies employed by the Prophet ﷺ—such as wisdom, patience, gradualism, contextual relevance, emotional intelligence, and moral integrity—and evaluates their relevance in the modern context.

The research further investigates how these Prophetic principles can be applied by contemporary Islamic preachers (da'wa) in diverse cultural, social, and ideological environments. It addresses the challenges faced by modern da'wah efforts, including secularism, pluralism, and digital media, and offers actionable insights rooted in the Prophetic tradition.

By conducting a critical and applied review, this thesis aims to bridge the gap between the classical Prophetic model and the evolving demands of today's global da'wah landscape, providing a comprehensive guide for Islamic scholars, educators, and preachers seeking to uphold the authentic spirit of Islamic invitation in contemporary times.

Keywords: Prophetic Mission (ﷺ), Da'wah, Seerah, Islamic Preaching, Prophetic Communication Principles, Contemporary Islamic Discourse, Moral Integrity

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

تمہید

دین اسلام میں امت محمدیہ ﷺ کو دین کی طرف دعوت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔قرآن کریم میں اس امت کو خیر الامم کا خطاب دینے کی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ یہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں،ارشاد خداوندی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ[1]

ترجمہ: (مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

یہاں غور کر لیا جائے تو ایمان باللہ کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو تقدیم بخشی گئی ہے حالانکہ ایمان باللہ تمام نیکیوں کی بنیاد ہے،تمام نیکیاں ایمان باللہ کے بغیر باطل وعبث ہیں جیسا کہ متعدد آیات سے ظاہر ہوتا ہے اور جمہور امت کا عقیدہ یہی ہے کہ ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ کی کوئی قیمت نہیں بلکہ ایمان کے بغیر کسی عمل کو "صالح" قرار ہی نہیں دیا جا سکتا کیونکہ صالح عمل وہی ہوتا ہے جو رضائے خداوندی کے لئے کیا جائے جب کہ ایمان کے بغیر اعمال شہرتِ دنیوی کے لیے کئے جاتے ہیں خدا کی خوشنودی کے لیے نہیں کئے جاتے۔الغرض آیت میں امر بالمعروف کو ایمان سے مقدم ذکر کیا گیا ہے،اس کی وجہ یہی ہے کہ خیر الامم ہونے کا سبب " دعوت الی اللہ " ہے،ایمان کے وصف میں تو باقی امتیں بھی شریک ہیں لہذا ایمان امتیازی وصف کا کردار ادا نہیں کر سکتا بلکہ امت محمدیہ ﷺ کی انفرادیت اسی دعوت الی اللہ ہی کی وجہ سے ہے،اسی کا اظہار کرنے کے لئے آیت میں دعوت دین کو ایمان پر مقدم کیا گیا ہے۔بیشتر احادیث میں بھی دعوتِ دین کی اہمیت بیان کی گئی ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان[2]

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی کوئی براکام دیکھے تو اسے ہاتھ کی طاقت سے بدل ڈالے،اگر وہ اس کی وسعت نہیں رکھتا تو اپنے زبان سے اس کا راستہ روکے اور اگر اس کی بھی وسعت نہیں رکھتا تو دل ہی میں اسے براجانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

حدیث نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان برائی کو دیکھے،تو وہ برائی کے خاتمہ کے لیے بھرپور کوشش کرے۔یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سعی جمیلہ میں کسی بھی طرح قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا جا سکتا،بلکہ جس قدر وہ سعی کر سکتا ہے،وہی کرے۔حدیثِ مبارکہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ انسان کے جہاں تک بس میں ہو وہ برے کام سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی افعالِ بد سے روکے،پھر سرورِ دوعالم

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اجازت مرحمت فرمائی کہ اگر طاقت سے نہیں روک سکتے، تو زبان سے روکو، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے، تو کم از کم دل میں تو اُسے برا جانو، یہ نہ ہو کہ اس فعلِ بد کی تاویلات کرنا شروع کر دو۔

حضور نبی کریم ﷺ کے دعوتِ دین کا طریقہ

رسول اکرم ﷺ دین کے اس قدر پر جوش داعی تھے کہ ابنائے زمانہ اور ہم وطنوں کے مخالفت کی پروا کئے بغیر اس جذبے کو زندہ رکھا۔ اس میدان کارزار میں کبھی آپ ﷺ کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور کوئی عام آدمی ہوتا تو دعوت دین کو پس پشت ہی ڈال دیتا لیکن آپ ﷺ پہاڑ کی طرح اپنے ارادوں پر قائم رہے اور اس سلسلے میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ ﷺ کے اس حرص کو دیکھ کر حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا[3]

ترجمہ: تو شاید آپ اس حسرت کی وجہ سے اپنی جان ہی دے بیٹھیں گے کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لے آتے۔

رسول اکرم ﷺ کو جہاں بھی اور جس قدر بھی موقع ملا آپ ﷺ نے اسے غنیمت جان کر دعوت دین کا مہم آگے بڑھایا۔ آپ ﷺ نے کبھی انفرادی دعوت دی اور کبھی مجمع عام میں لوگوں کو مخاطب بنایا، موقع و محل کی مناسبت سے آپ ﷺ کبھی کسی ایک فرد کو دعوت دی اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو ایک ہی فرد ہے، اس کے اسلام لانے نہ لانے سے کیا ہوتا ہے بلکہ ایک فرد کو بھی وہی اہمیت دی جو ایک پوری جماعت کو دی اور ایک فرد کو بھی اسی جوش و جذبے اور درد دل سے پیغام حق پہنچایا جس روح پرور الفاظ سے ایک بڑی جماعت کو دعوت دی جاتی ہے۔

انفرادی دعوت

حضور نبی کریم ﷺ نے جابجا انفرادی طور پر دین کی دعوت دی، یہ دعوت کبھی کبھار تو عام آدمی کو دی گئی اور کبھی کسی قوم کے سربراہ کو، تاکہ پوری قوم اپنے قائد کے ایما پر لبیک کہتے ہوئے داخلِ دائرۂ اسلام ہو۔

اپنے اہل و عیال سے دعوت دین کا آغاز

رسول اکرم ﷺ نے دعوت دین کا آغاز اپنے اہل بیت سے کیا، چنانچہ حضرت خدیجہؓ کو دین کی دعوت دینے اور ان کا دعوت قبول کرنے کے متعلق

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 21, 2025

کتب سیرت میں لکھتے ہیں:

بدأ النبي -ﷺ- يدعو إلى الإسلام سرا لئلا يفاجئ أهل مكة بما يهيجهم عليه، فجعل يعرض الإسلام على ألصق الناس به من أهل بيته، وأصدقائه، ويعرضه على كل من يتوسم فيه خيرا ممن يعرفهم بحب الحق، والخير، ويعرفونه بالصدق والصلاح كان أول من آمن به -ﷺ- من النساء، بل أول من آمن به على الإطلاق زوجه خديجة بنت خويلد رضي الله عنها.قال ابن الأثير رحمه الله تعالى :خديجة أول خلق الله أسلم بإجماع المسلمين، لم يتقدمها رجل ولا امرأة[4]

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے پوشیدہ طور پر دین کی دعوت کا آغاز کیا تاکہ کفار اپنے غصے کی وجہ آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچائیں تو رسول اکرم ﷺ اپنے اہل و عیال اور دوست احباب میں قریب ترین لوگوں کو دین کی دعوت دیتے، ان کے علاوہ بھی جن لوگوں میں آپ ﷺ کو کوئی بھلائی دکھتی تو انہیں دین اسلام کی دعوت دے دیتے تو سب سے پہلے آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی بیوی محترمہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اسلام لے آئیں۔ ابن اثیرؒ کا کہنا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لے آئیں تھیں، ان سے نہ کوئی آدمی اسلام لانے میں پہلی کی اور نہ کسی عورت نے۔

اس واقعہ سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ داعی اپنے اہل و عیال سے دعوتِ دین کا آغاز کرے تاکہ اسے گھریلو رکاوٹوں کا سامنا نہ کرنا پڑے ورنہ مثلِ محاوۂ مشہور" گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" انسان ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے اور باہر بھی مؤثر دعوت سے قاصر رہتا ہے۔ نفسیاتی طور پر بھی تجربہ ہے کہ انسان کا زیادہ وقت گھر ہی میں رہتا ہے، گھر سے وابستگی ناقابل انکار ہے اور اگر اسی میں ہی پیچیدگی آجائے تو انسان کی عملی زندگی کا متاثر ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دعوتِ دین

رسول اکرم ﷺ نے اپنے چہیتے دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی دین کی دعوت دی اور انہوں نے بلاکم وکاست اور بغیر کسی تامل کے دین اسلام کی دعوت قبول کی اور خود بھی اپنے اعزہ واقارب اور دوست احباب کو اسلام کی تعلیمات پیش کیں۔ دلائل النبوۃ میں ان کے اسلام لانے کا واقعہ ذرا تفصیل سے ملتا ہے، لکھا ہے:

لم يحتاج في أمره ﷺ إلى دليل خارج عن حاله وخلقه ، فكيف أسلم أبو بكر الصديق؟ ثم إن أبا بكر الصديق- رضي الله عنه- لقي رسول الله ﷺ، فقال :أحق ما تقول قريش يا محمد من تركك آلهتنا، وتسفيهك عقولنا، وتكفيرك آباءنا؟ فقال رسول الله ﷺ:بلى، إني رسول الله ونبيه، بعثني لأبلغ رسالته وأدعوك إلى الله بالحق، فو الله إنه للحق، أدعوك يا أبا بكر إلى الله وحده لا شريك له، ولا تعبد غيره، والموالاة على طاعته، وقرأ عليه القرآن. فأسلم وكفر بالأصنام، وخلع الأنداد، وآمن بحق

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

الإسلام، ورجع أبو بكر وهو مؤمن مصدق. قال رسول الله ﷺ : ما دعوت أحدا إلى الإسلام إلا كانت منه كبوة وتردد ونظر، إلا أبا بكر ما تردد فيه ،قال البيهقي : وهذا لأنه كان يرى دلائل نبوة النبي صلى الله عليه وسلم ويسمع آثاره، قبل دعوته، فحين دعاه كان قد سبق فيه تفكره ونظره وما تردد فيه[6]

ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ کے معاملے میں رسول اکرم ﷺ کو اپنے اخلاق اور رویئے کے علاوہ کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، تو حضرت ابو بکر کیسے اسلام لائے؟ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ رسول اکرم ﷺ سے ملے تو پوچھا کہ قریش جو آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ نے ہمارے معبود چھوڑ دیئے ہیں، آپ ہمیں بے وقوف کہتے ہیں اور آپ ہمارے آبا و اجداد کو کافر کہتے ہیں، کیا یہ سچ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! بے شک میں اللہ تعالی کا رسول ہوں، اس نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں، میں تمھیں بھی اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، اللہ کی قسم! یہ سچ اور حق بات ہے، میں تمھیں ایک خدا کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اس کی اطاعت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ، ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات پڑھیں تو وہ اسلام لے آئے اور بتوں کی عبادت کا انکار کیا اور ایمان کی حالت میں لوٹ گیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ابو بکرؓ کے علاوہ میں نے جس کے سامنے بھی دین حق کی دعوت پیش کی اسے کچھ نہ کچھ تردد ضرور ہوا لیکن ابو بکرؓ کو اس معاملے میں کوئی تردد بھی نہ ہوا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دعوت سے پہلے ہی خود نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کیا تھا، اس کے خدوخال سن لئے تھے تو جب انہیں دعوت دی گئی تو ان کے نظر و فکر نے اسے فوراً قبول کر لیا۔

انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے، انسان کے دوست جس مزاج اور خو کے مشہور ہوتے ہیں، انسان پر وہی رنگ لاشعوری طور پر غالب آجاتا ہے۔ ایک داعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کو دین کی دعوت دے کر اسے راہِ حق پر لے آئے، انسان کے محافل درست ہو جائیں تو وہ دعوتِ دین کی خدمت مؤثر اور سہولت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔ اس سے یہ اصل بھی مل جاتا ہے کہ ایک داعی کو اپنے اخلاق اس طرح بنانے چاہیئں کہ عوام اس کی دعوت قبول کرنے میں تردد سے کام نہ لیں بلکہ اس کی سابقہ راست گفتاری، امانت داری، صدق و اخلاص اور امانت و دیانت کو مد نظر رکھتے ہوئے بغیر کسی تامل کے فوراً اس کی دعوت قبول کر لیں۔ اخلاق اچھے ہوں تو لوگ بات سنتے بھی ہیں اور قبول کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

رسول اکرم ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب صاحب کو دین کی دعوت

جناب ابو طالب صاحب رسول اکرم ﷺ کے دست راست رہے اور ہمیشہ ان کی مدد کی لیکن خود اسلام لانے سے محروم رہے، ان کے مرض الوفات میں بھی آپ ﷺ نے انہیں دین کی دعوت دی لیکن قضائے الٰہی یہی تھی کہ وہ ایمان لائے بغیر دنیا سے رخصت ہوں گے۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہے:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

لما حضرت أبا طالب الوفاة، جاءه رسول الله ﷺ، فوجد عنده أبا جهل بن هشام، وعبد الله بن أبي أمية بن المغيرة، قال رسول الله ﷺ لأبي طالب: يا عم، قل لا إله إلا الله، كلمة أشهد لك بها عند الله. فقال أبو جهل وعبد الله بن أبي أمية: يا أبا طالب، أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فلم يزل رسول الله ﷺ يعرضها عليه، ويعودان بتلك المقالة، حتى قال أبو طالب آخر ما كلمهم: هو على ملة عبد المطلب. وأبى أن يقول: لا إله إلا الله[7]

ترجمہ: جب ابو طالب صاحب کی وفات کا وقت آیا تو آپ ﷺ ان کے پاس آئے، ابو طالب کے پاس اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ابو طالب سے فرمایا کہ آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیجئے، میں آپ کے لئے اللہ تعالی کے روبرو گواہی دے دوں گا۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا کہ کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر وگے؟ تو رسول اللہ ﷺ اپنی بات دوبارہ کہتے اور یہ دونوں وہی ایک جملہ دہراتے، ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔

اس واقعہ سے مستنبط اصول یہ ہے کہ داعی آخری حد تک اپنی کوشش کرتا ہے اور کسی لمحہ ناامیدی اور مایوسی کا شکار نہ ہو جائیں حتی کہ حالتِ نزع میں بھی اپنا فریضہ تن دہی کے ساتھ انجام دے اور کسی لمحہ تھکاوٹ کا اظہار نہ کرے۔ یہاں بھی یہی صورتِ حال تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ جو شخص ان تمام مصائب میں خود رسول اللہ ﷺ اور دیگر صحابہ کرام کے مصائب کو قریب سے مشاہدہ کرنے کے باوجود اسلام نہیں لا یا، وہ آخری وقت میں دیگر سرداروں کی موجودگی میں کس طرح ایمان لا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے امید کا دامن نہیں چھوڑا اور سردارانِ قریش کی موجودگی میں اپنے چچا کو دین کی دعوت دی۔

طائف سے واپسی پر عداس نامی غلام کو دین کی دعوت

طائف کا سفر جس قدر اندوہ ناک اور مایوس کن رہا وہ مشہور ہے کہ کس طرح سرداروں کے کہنے پر اوباش لڑکوں نے پتھر پھینک پھینک کر آقائے نامدار ﷺ کو لہولہان کر دیا اور آپ ﷺ کو یہ الفاظ تک کہنے پڑے کہ:

اللهم إليك أشكو ضعف قوتي، وقلة حيلتي، وهواني على الناس، يا أرحم الراحمين[8]

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے اپنی قوت کی کمزوری، اپنی تدبیر کے عدم استحکام اور یہ کہ لوگوں کے دل میں میری وقعت نہیں ہے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! میں آپ سے ان چیزوں کی شکایت کرتا ہوں۔

لیکن اس کے باوجود طائف سے مکہ مکرمہ واپسی پر جب آپ ﷺ کو موقع ملا تو ایک غلام کو بھی دعوت دینے سے دریغ نہ کیا اور اسی حال میں بھی اپنا تبلیغی مہم جاری رکھا، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

فلما رآه ابنا ربيعة، عتبة وشيبة، وما لقي، تحركت له رحمهما فدعوا غلاما لهما نصرانيا، يقال له عداس فقالا له :خذ قطفا من العنب، فضعه في هذا الطبق، ثم اذهب به إلى ذلك الرجل، فقل له يأكل منه. ففعل عداس، ثم أقبل به حتى وضعه بين يدي رسول الله- ﷺ -ثم قال له :كل، فلما وضع رسول الله ﷺ فيه يده، قال :باسم الله، ثم أكل، فنظر عداس في وجهه، ثم قال :والله إن هذا الكلام ما يقوله أهل هذه البلاد، فقال له رسول الله ﷺ :ومن أهل أي البلاد أنت يا عداس، وما دينك؟ قال :نصراني، وأنا رجل من أهل نينوى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قرية الرجل الصالح يونس بن متى؟فقال له عداس :وما يدريك ما يونس بن متى؟ فقال رسول الله ﷺ ذاك أخي، كان نبيا وأنا نبي، فأكب عداس على رسول الله ﷺ يقبل رأسه ويديه وقدميه[9]

ترجمہ: جب ربیعہ کے دونوں بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو ان کے دلوں میں کچھ نرمی آئی تو انہوں نے اپنے یہودی غلام کو پکارا جس کا نام عداس تھا اور کہا کہ انگور کا ایک خوشہ لے کر طشت میں رکھ دو اور اسے اس آدمی کے پاس لے جاؤ اور اسے کھلاؤ۔ عداس جب یہ چیزیں لے کر آپ ﷺ کے پاس آگیا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالی کا نام لے کر اسے کھانا شروع کر دیا، عداس کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی تو پوچھا کہ ان علاقوں میں تو یہ کلمات نہیں کہے جاتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون سی بستی سے ہو؟ اور تمھارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں عیسائی ہوں اور نینوی کا باشندہ ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم یونس بن متی کے علاقہ سے ہو جو ایک نیک بندہ تھا؟ عداس نے پوچھا کہ آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو میرا بھائی ہے، میں بھی نبی ہوں اور وہ بھی نبی ہیں۔ عداس یہ سن کر آپ ﷺ کا سر، ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ اصول مل جاتا ہے کہ داعی راہِ حق اور دعوتِ دین کے فریضے میں مشقتیں اٹھانے کے باوجود اپنا مہم نہیں بھولے گا۔ رسول اکرم ﷺ اگرچہ لہولہان ہو گئے لیکن انھیں جیسے ہی موقع ملا، دوبارہ وہی دعوتِ دین کے گن گانے لگے اور عداس میں جیسے ہی کوئی روشنی دکھائی دی، آپ ﷺ نے اس موقع کو ضایع نہیں کیا بلکہ فائدہ اٹھا کر اپنی دعوت پیش کی اور عداس نے قبول بھی کر لی۔ اس واقعہ سے یہ بھی اصول مستنبط ہوتا ہے کہ طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے ان ہی لوگوں کے باغ میں پناہ لی جو آپ ﷺ کے مخالف تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اطمینان سے قبول کرنے کا درس ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر طمع اور لالچ کے جو نعمت دے دے وہ کسی جھجک کے بغیر قبول کرنا چاہیے۔ باغ جن لوگوں کا تھا ان کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے لہذا داعی کو بھی اگر صعوبتوں کے دوران کوئی سہولت مل جائے تو اس سے استغنا کا اظہار کر کے روگردانی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ کا انعام تصور کرتے ہوئے قبول کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی رہ نمائی ہمیں مل جاتی ہے کہ عداس نے صرف کھانے کے آغاز میں اللہ تعالی کا نام لیا اور اس میں آپ ﷺ کو عداس میں قبولِ ہدایت کی روشنی مل گئی، ہمیں بھی اگر کسی میں بھلائی کی صرف ایک بات مل جائے تو اسی کو غنیمت جانتے ہوئے اپنا مہم

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

جاری رکھنا چاہیے، اس کے ساتھ کسی بحث و مباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے کہ تم ایک کام تو ٹھیک کر رہے ہو لیکن تمھارے سیکڑوں امور خلافِ شریعت ہیں، یہاں بھی یہ احتمال تھا کہ رسول اکرم ﷺ اس سے کہتے کہ تم نے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا لیکن تم کافروں کے دہقان بن کر زندگی گزار رہے ہو، تمھارا فلاں فلاں کام غلط ہے۔ داعی کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ مثبت انداز میں دین کی طرف بلائے۔

اجتماعی دعوت

رسول اکرم ﷺ نے اجتماعی طریقے سے بھی لوگوں کو دین کی دعوت دی تاکہ مختصر وقت میں ایک پوری جماعت کو کلمۂ حق سے روشناس کرایا جاسکے اور اگر ان میں کسی ایک صاحب عقل کے دل میں دین اسلام کی باتیں گھر کر جائیں تو اس کے دیکھا دیکھی اس کے عقیدت مندوں اور اس کی فہم و بصیرت پر بھروسہ کرنے والے لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں درج ذیل واقعات اور ان سے مستنبط شدہ فوائد ملاحظہ ہوں:

آپ ﷺ کا اپنے خاندان کے افراد کو گھر بُلا کر انہیں دین کی دعوت

جب رسول اکرم ﷺ کو دعوت کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے اقارب سے اس نیک کام کا آغاز کیا اور سب کو گھر بلا کر ان کے کھانے کا انتظام کیا، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انہیں مخاطب بنا کر عذاب الٰہی سے ڈرنے کا پیغام دیا، صحیح مسلم میں ہے:

> لما نزلت وأنذر عشيرتك الأقربين دعا النبي ﷺ قريشا، فاجتمعوا فعم وخص، فقال: يا بني كعب بن لؤي أنقذوا أنفسكم من النار. يا بني مرة بن كعب أنقذوا أنفسكم من النار. يا بني عبد شمس أنقذوا أنفسكم من النار، يا بني عبد مناف أنقذوا أنفسكم من النار. يا بني هاشم أنقذوا أنفسكم من النار.يا بني عبد المطلب أنقذوا أنفسكم من النار. يا فاطمة أنقذي نفسك من النار فإني لا أملك لكم من الله شيئا غير أن لكم رحما سأبلها ببلالها[10]
>
> ترجمہ: جب آیت وأنذر عشيرتک الأقربين نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے قریش کو دعوت دی تو ان کے عام اور خاص، سب لوگ جمع ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے کعب بن لوی کی اولاد، اے مرہ بن کعب کی اولاد، اے عبد شمس کی اولاد، اے بنی عبد مناف کی اولاد، اے بنو ہاشم کی اولاد، اے عبد المطلب کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو کیوں کہ اللہ کے روبرو میرا تمھارے بارے میں کوئی اختیار نہیں البتہ اتنی بات ہے کہ میں اپنی قرابت کا پاس ضرور رکھوں گا۔

اس واقعہ سے رسول اکرم ﷺ کے علم الانساب کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے تمام خاندانوں کو ان کے آباواجداد کے ناموں سے پکارا، ایک داعی کے لئے بھی مناسب یہی ہے کہ وہ معاشرتی طور اکیلا نہ رہے کہ خاندان سے کٹ جائے، شادی بیاہ میں نہ جائے بلکہ داعی کی دعوت تب ہی مؤثر

OPEN ACCESS
CC BY

ہوتی ہے جب وہ اپنے خاندان کے ساتھ چلے، صلہ رحمی کرے اور خاندان میں گھل مل کر رہے۔اجتماعیت کے ساتھ رہنے میں ہی انسان کی بھلائی ہوتی ہے۔بقول اقبال[11] :

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

کوہ صفا پر آپ ﷺ کا قوم کو جمع کرنا اور انہیں دین کی دعوت دینا

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کوہ صفا کی ایک بلند پہاڑی پر چڑھ کر تمام حاضرین کو مخاطب بنایا اور انہیں اس تمثیلی انداز میں سمجھایا کہ جس طرح کوئی راست گفتار آدمی کسی دشمن کے حملے کی اطلاع دے رہا ہو تو سامعین اس کی صداقت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی خبر کی تفتیش کرتے ہیں اور پیش آمدہ خطرے کی تیاری کرتے ہیں، صحیح مسلم میں یہ واقعہ اس طرح نقل ہے:

لما نزلت هذه الآية: ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾ ورهطك منهم المخلصين، خرج رسول الله ﷺ حتى صعد الصفا، فهتف يا صباحاه، فقالوا :من هذا الذي يهتف؟ قالوا :محمد، فاجتمعوا إليه، فقال :يا بني فلان، يا بني فلان، يا بني فلان، يا بني عبد مناف، يا بني عبد المطلب، فاجتمعوا إليه، فقال :أرأيتكم لو أخبرتكم أن خيلا تخرج بسفح هذا الجبل، أكنتم مصدقي؟ قالوا :ما جربنا عليك كذبا، قال :فإني نذير لكم بين يدي عذاب شديد، قال :فقال أبو لهب: تبا لك، أما جمعتنا إلا لهذا؟ ثم قام، فنزلت هذه السورة :﴿تبت يدا أبي لهب﴾)وقد تب[12]

ترجمہ: جب آیت وأنذر عشيرتک الأقربين و رهطک منهم المخلصين نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھ آئے اور آواز لگائی کہ میری پکار غور سے سن لو۔لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو چیخ رہا ہے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ محمد (ﷺ) ہیں تو لوگ آپ ﷺ کے پاس آگئے۔آپ ﷺ نے آواز لگائی کہ اے بنو فلاں، اے بنو فلاں، اے بنی عبد مناف، اے بنی عبد المطلب! تو وہ لوگ بھی جمع ہوئے۔آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تمھیں کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی فوج تمھارے درپے ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے؟ لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ کی کوئی بات نہیں سنی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمھیں پیش آمدہ عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ابو لہب نے کہا کہ تمھارے لئے ہلاکت ہو، کیا تم نے ہمیں اسی لئے ہی بلایا تھا؟ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس پر یہ سورت نازل ہوئی تبت يدا أبي لهب و تب اور وہ یقیناً ہلاک ہو کر رہا۔

اس واقعہ سے ایک داعی کو یہ اصول مل جاتا ہے کہ وہ مثالوں کے ذریعہ سے اپنی بات سمجھائے جیسا کہ یہاں آنحضرت ﷺ نے انھیں بطورِ مثال فرمایا کہ اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ صفا کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر دھاوا بول رہا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کروگے؟ یہ بات آپ ﷺ نے اس تناظر

میں کی کہ لوگ آپ ﷺ کی صداقت اور راست گفتاری خاطر میں لا کر آپ ﷺ کی دعوتِ دین کو سنجیدگی سے لیں۔

آپ ﷺ کا بازار میں گھوم پھر کر لوگوں کو بلانا اور ابو لہب کا رکاوٹ بننا

رجل يقال له ربيعة بن عباد من بني الديل، وكان جاهليا قال :رأيت النبي ﷺ في الجاهلية في سوق ذي المجاز، وهو يقول :يا أيها الناس قولوا: لا إله إلا الله تفلحوا والناس مجتمعون عليه، ووراءه رجل وضيء الوجه، أحول ذو غديرتين يقول :إنه صابئ كاذب يتبعه حيث ذهب، فسألت عنه، فذكروا لي نسب رسول الله ﷺ، وقالوا لي :هذا عمه أبو لهب[13]

ترجمہ: ایک آدمی جس کا نام ربیعہ بن عباد تھا، قبیلہ بنو دیل سے تعلق رکھتا تھا، اس کا بیان ہے کہ عہد جاہلیت میں میں ذوالمجاز بازار میں تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! تم لا الہ الا اللہ کہو تو تم کامیاب ہو جاؤ گے، لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے، وہاں ایک آدمی کھڑا تھا جس کا چہرہ خوب سرخ تھا، کانا تھا اور اس کی دو چوٹیاں تھیں، وہ کہہ رہا تھا کہ یہ آدمی بے دین ہو گیا ہے، جھوٹا ہے۔ رسول اکرم ﷺ جہاں جاتے وہ آدمی بھی ان کی تعاقب میں چلا آتا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا نسب بتایا اور کہا کہ یہ آپ ﷺ کا چچا ابو لہب ہے۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ رہ نمائی مل جاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے گلی کوچے اور بازاروں میں بھی دین کی دعوت دی ہے اور اس راہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بازار میں چونکہ عام لوگوں کا مجمع ہوتا ہے اور ہر انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے وہاں آتا جاتا رہتا ہے لہذا آپ ﷺ نے اسی موقع کو اپنے مقصدِ دعوت کے لئے استعمال فرمایا تاکہ کوئی بھی انسان ان الفاظ اور اس پیغام سے نامانوس نہ رہے بلکہ ہر کان خدائے واحد کے آخری پیغام سے آشنا ہو جائے۔ اگر داعی یہ سوچ لے کہ میری دعوت صرف مسجد اور تبلیغی مرکز تک محدود رہے گی تو وہ دعوتِ دین کی خدمت خاطر خواہ طور پر انجام نہ دے سکے گا، دعوت کی روح یہی ہے کہ ہر مجلس اور ہر محفل ان اصطلاحات اور ان امور سے واقفیت حاصل کرے جو ایک داعی کے مطمح نظر ہوتی ہیں۔

نرم گوئی کے ذریعہ سے دین کی دعوت

عہد جاہلیت میں ضماد نامی ایک شخص جنون کا علاج کیا کرتا، جب اس نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں عام لوگوں کی باتیں سنیں جو آپ ﷺ کو معاذ اللہ مجنون کہہ کر پکارتے تو ضماد نے آکر رسول اللہ ﷺ کا علاج کرنا چاہا، آپ ﷺ کو موقع مل گیا کہ اسے دین کی دعوت پیش کریں تو آپ ﷺ نے یہ موقع ضائع نہیں فرمایا اور اپنے جنون کے الزام کی تردید کے بجائے اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ اس واقعہ پر اگر غور کر لیا جائے اور

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

اپنے ذاتی تناظر میں اسے دیکھ لیا جائے تو اگر کوئی ہمیں پاگل پن کا الزام دے دے تو کیا ہم اسے برداشت کرنے کے بعد دین کی دعوت دیں گے یا اسے گالم گلوچ کے ساتھ واپس کر دیں گے؟ ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان جیسی باتوں میں الجھ کر اپنی راہ نہ بھولے، یہ واقعہ صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے:

أن ضمادا قدم مكة. وكان من أزد شنوءة. وكان يرقي من هذه الريح .فسمع سفهاء من أهل مكة يقولون :إن محمدا مجنون .فقال :لو أني رأيت هذا الرجل لعل الله يشفيه على يدي .قال :فلقيه .فقال :يا محمد! إني أرقي من هذه الريح. وإن الله يشفي على يدى من شاء. فهل لك؟ فقال رسول الله ﷺ :إن الحمد لله، نحمده ونستعينه، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله. أما بعد .قال فقال :أعد علي كلماتك هؤلاء. فأعادهن عليه رسول الله ﷺ .ثلاث مرات .قال :فقال: لقد سمعت قول الكهنة وقول السحرة وقول الشعراء. فما سمعت مثل كلماتك هؤلاء. ولقد بلغن ناعوس البحر .قال :فقال: هات يدك أبايعك على الإسلام. قال فبايعه .فقال رسول الله ﷺ :وعلى قومك قال: وعلى قومي. قال فبعث رسول الله ﷺ سرية فمروا بقومه .فقال صاحب السرية للجيش :هل أصبتم من هؤلاء شيئا؟ فقال رجل من القوم :أصبت منهم مطهرة .فقال :ردوها. فإن هؤلاء قوم ضماد[14]

ترجمہ: ضماد شنوءہ کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا تھا، وہ پھونک جھاڑ کا علاج کیا کرتا تھا، وہ مکہ آگیا، مکہ کے بے وقوف لوگ کہتے کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں (معاذ اللہ)۔ ضماد نے کہا کہ شاید میرے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے دے، آپ ﷺ کے پاس چل کر آئے اور کہا کہ میں ان بیماریوں کا علاج کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر جسے چاہتا ہے شفا عطا کرتا ہے، تو کیا میں تمھارا علاج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام حمد و ثنا کا مالک حقیقی یکتا اللہ ہے، جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندہ اور رسول ہیں، اس کے بعد۔ ضماد کہتے ہیں کہ میں نے کہ یہ باتیں دہرایئے تو رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ ضماد کہتے ہیں کہ میں کاہنوں، جادو گروں اور شعرا کی باتیں سنی ہیں، لیکن یہ تو قطعاً مختلف ہیں، یہ تو سمندر سے زیادہ گہری ہیں، پھر ضماد نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر کہا کہ میں آپ کے ساتھ اسلام پر بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے مجھے اور میری قوم کی بیعت کی جسے میں نے قبول کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے کوئی لشکر بھیجا جو ضماد کی قوم کے قریب سے گزرا، نگران نے پوچھا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کچھ لے لیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا میں نے ایک لوٹا لے لیا ہے، نگران نے کہا کہ وہ واپس کر دو کیونکہ یہ ضماد کا قبیلہ ہے۔

نرم خوئی اور برداشت و تحمل ہی اسلام کا حسن ہے، داعی میں اگر یہ اوصاف نہ ہوں اور وہ ہر جگہ چیں بہ جبیں رہتا ہو، غلظت و فظ کا حامل ہو تو اس کی دعوت اور حلقۂ اثر میں معقول کمی آجائے گی اور اس کی دعوت متاثر ہو کر رہے گی۔ انسان غیر ضروری باتوں سے کنارہ کشی کا ہنر جان لے تو وہ اپنے

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

مقاصد خوش اسلوبی سے پاسکتاہے، وہی مسافر اپنی منزل پاتا ہے جس کی نظر اپنے ہدف پر ہو۔

تحمل اور برداشت

مکہ مکرمہ میں رسول اکرم ﷺ کو مجنون اور ساحر کہا جاتا، وہ لوگ اعجاز قرآنی اور تعلیمات اسلامیہ کا مقابلہ نہ کر سکتے تو یہی کہہ کر جان چھڑا لیتے کہ آپ ﷺ (معاذ اللہ) ساحر اور مجنون ہیں۔ ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ اسی سلسلے میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے چند سوالات کئے، وہ سوالات ایسے تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے جواب میں خاموشی کو مناسب سمجھا، پھر جب عتبہ نے مزید جو کچھ بولنا چاہا، آپ ﷺ نے خاموشی اور تحمل سے اس کی بات سن لی اور جب وہ خاموش ہو گیا تو اس سے پوچھ بھی لیا کہ کیا آپ کی بات ختم ہو گئی؟ یہ انداز ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ بعض سوالات پر سکوت اختیار کرنا بھی مخاطب کو ایک خاموش دعوت ہے کہ وہ اگر صاحب عقل ہے تو سمجھ جائے کہ اس داعی میں بے باکی نہیں ہے بلکہ اپنے ہر لفظ کو خوب تول کر ادا کرتا ہے، اس سے مخاطب پر مثبت اثر پڑ جاتا ہے۔ پھر جب آپ ﷺ کے بولنے کی باری آئی تو آپ ﷺ نے طرز تکلم میں وہ انداز اپنایا کہ عتبہ مبہوت ہوئے بغیر اس کی سماعت نہ کر سکا اور مکہ مکرمہ کا سب سے بڑا دانش ور بھی بجز ایک بات کے کسی بھی بات کو محفوظ نہ رکھ سکا اور لاجواب ہو کر وہاں سے چل دیا۔ رسول اکرم ﷺ اور عتبہ بن ربیعہ کا پورا مکالمہ یہ ہے :

اجتمعت قريش يوما فقالوا: انظروا أعلمكم بالسحر والكهانة والشعر فليأت هذا الرجل الذي فرق جماعتنا وشتت أمرنا وعاب ديننا فليكلمه فلينظر ماذا يرد عليه فقالوا: ما نعلم أحدا غير عتبة بن ربيعة فقالوا: أنت يا أبا الوليد فأتاه عتبة فقال: يا محمد أنت خير أم عبد الله؟ فسكت ثم قال: أنت خير أم عبد المطلب؟ فسكت رسول الله ﷺ، ثم قال: أنت خير أم هاشم؟ فسكت رسول الله ﷺ] قال: فإن كنت تزعم أن هؤلاء خير منك فقد عبدوا الآلهة التي عبتها وإن كنت تزعم أنك خير منهم فتكلم حتى نسمع قولك ما رأينا سخلة قط أشأم على قومك منك فرقت جماعتنا وشتت أمرنا وفضحتنا في العرب حتى لقد طار فيهم أن في قريش ساحرا وأن في قريش كاهنا والله ما ننتظر إلا مثل صيحة الحبلى أن يقوم بعضنا إلى بعض بالسيوف حتى نتفانى أيها الرجل إن كان إنما بك الباءة فاختر أي نساء قريش فلنزوجك عشرا وإن كان إنما بك الحاجة جمعنا لك حتى تكون أغنى قريش رجلا واحدا فقال رسول الله ﷺ: فرغت؟ قال: نعم فقال رسول الله ﷺ: {حم تنزيل من الرحمن الرحيم كتاب فصلت آياته قرآنا عربيا لقوم يعلمون بشيرا ونذيرا فأعرض أكثرهم} [فصلت: ٢] حتى قرأ: {فإن أعرضوا فقل أنذرتكم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود} [فصلت: ١٣] فقال له عتبة: حسبك ما عندك غير هذا؟ قال: لا. فرجع إلى قريش فقالوا: ما وراءك؟ قال: ما تركت شيئا أرى أنكم تكلمونه إلا وقد كلمته قالوا: فهل أجابك؟ قال: نعم قال: لا والذي نصبها بنية، ما فهمت شيئا مما قال غير أنه قال: {أنذرتكم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود} [فصلت: ١٣] قالوا: ويلك يكلمك رجل بالعربية لا تدري ما

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

قال؟ قال: لا واللہ ما فهمت شيئا مما قال غير ذكر الصاعقة[15]

ترجمہ :قریش نے ایک دن جمع ہو کر آپس میں مشورہ کر لیا جو علم سحر ، نجوم اور شعر میں سب سے زیادہ ماہر آدمی کو چن لیا جائے ، وہ آپ ﷺ کے پاس چلا جائے جس نے ہماری اجتماعیت بکھیر کر رکھ دی ہے اور ہمیں انتشار کا شکار بنا دیا ہے اور ہمارے دین کی عیب جوئی کرتا ہے، تو یہ شخص آپ ﷺ کے پاس جا کر ان سے گفتگو کر لے گا۔اس کام کے لئے عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب ہوا۔عتبہ نے آپ ﷺ کے پاس آکر پوچھا کہ تم بہتر ہو یا عبد اللہ ؟آپ ﷺ خاموش رہے، پھر پوچھا کہ آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب ؟آپ ﷺ خاموش رہے، پھر پوچھا کہ آپ بہتر ہیں یا ہاشم ؟آپ ﷺ بدستور خاموش ہو رہے، پھر کہا کہ اگر تم یہ مانتے ہو کہ یہ لوگ تم سے بہتر تھے تو یقیناً وہ لوگ انہی بتوں کی پوجا کرتے تھے جنہیں تم برا بھلا کہتے ہو اور اگر تمھارا خیال یہ ہو کہ تم ان لوگوں سے بہتر ہو تو اپنا مدعا ہمارے سامنے رکھ دو، ہم نے کسی آفت کو بھی تم سے زیادہ سخت نہیں دیکھا کہ اس سے قوم کے افراد کا اتفاق ختم ہو گیا ہو، تم نے ہمیں سارے عرب میں شرم سار کر دیا، ان میں یہ خبر مشہور ہے کہ قریش میں ایک جادو گر نے جنم لیا ہے اور قریش میں ایک کاہن ہے، ہم تو بس ایک آسمانی آفت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں نکال لیں یہاں تک کہ سب فنا ہی ہو جائیں۔اگر تمھارا شوق شادی کا ہو تو تم قریش کی سب سے بہتر خاتون کا انتخاب کر لو، ہم تمھیں دس خواتین نکاح میں دے دیں گے، اگر تمھیں فقر کی شکایت ہو تو ہم تمھارے ساتھ اتنا تعاون کر لیں گے کہ تم قریش کے سب سے امیر ترین آدمی بن جاؤ گے۔آپ ﷺ نے پوچھا: کیا آپ کی بات ختم ہوئی؟اس نے کہا ہاں ! پھر آپ ﷺ نے سورۃ فصلت کی تلاوت شروع کر دی اور فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود تک تلاوت کی، تو عتبہ نے کہا کہ اب بس کر، کیا تم اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، عتبہ واپس قریش کے پاس آیا، قریش نے پوچھا کہ کیا خبر ہوئی؟ عتبہ نے کہا کہ میں نے اپنی پوری ایڑھی چوٹی کا زور لگایا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی، قریش نے پوچھا: کیا اس نے جواب دیا؟ عتبہ نے کہا ہاں جواب دے دیا اور خوب مسکت جواب دے دیا، البتہ اس کی باتوں میں میں بجز اس کے کچھ نہ سمجھ سکا کہ میں تمھیں عاد اور ثمود جیسے عذابوں سے ڈراتا ہوں۔قریش نے کہا کہ تمھارے لئے تو ہلاکت ہو، وہ آدمی عربی زبان میں باتیں کر رہا تھا اور تم اسے سمجھ نہ سکے ؟یہ کیا بات ہوئی؟ عتبہ نے مکرر کہا کہ میں عذاب کے علاوہ اور کوئی بات نہ سمجھ سکا۔

اہل کتاب کو دین کی دعوت

مدینہ منورہ میں یہود رہتے تھے ، یہ لوگ توحید، رسالت اور آخرت کا فی الجملہ اقرار کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو انہی باتوں کی طرف دعوت دی جن کا وہ اقرار کیا کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم میں اس دعوت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا نَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ[16]

ترجمہ: کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی ہے) اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

معارف القرآن میں اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو، جیسے رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر، وہ دعوت نامہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبدالله و رسوله الي هرقل عظيم الروم سلام علي من اتبع الهدي اما بعد ! فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك الله اجرك مرتين فان توليت فان عليك اثم اليريسين ياهل الكتاب تعالوا الي كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله۔ (بخاری)

"میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے، روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے۔ سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام لا تو سلامت رہے گا، اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا، اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہو گا جو تیری رعایا ہیں، اے اہل کتاب ! ایک ایسی بات پر آکر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے، یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو شریک بنائیں۔ اگر ہم ایسا کر لیں تو ہم سے بڑھ کر ظلم کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور ہم ہر گز ایسا نہیں کریں گے۔ (فقولو اشهدوا بانا مسلمون) اس آیت میں جو یہ کہا گیا کہ تم گواہ رہو، اس سے تعلیم دی گئی ہے کہ جب دلائل واضح ہونے کے بعد بھی کوئی حق کو نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک ظاہر کر کے کلام ختم کر دینا چاہئے، مزید بحث و تکرار کرنا مناسب نہیں ہے[17]

References

[1] آل عمران: 110

[2] مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ج:1 ص:50، ترکی: دار الطباعۃ العامرۃ، 1334ھ

[3] الکھف: 18

[4] موسیٰ بن راشد العازمی، اللؤلؤ المکنون فی سیرۃ النبی المامون، ج:1، ص: 194، کویت: المکتبۃ العامریۃ، 1432ھ

[5] ان کا نام عبداللہ یا عتیق ہے، ان کا نسب یوں ہے عبداللہ ابو بکر بن ابی قحافۃ عثمان بن عامر بن عمرو بن سعد بن تیم بن مرہ۔ علم الانساب کے ماہر تھے۔ آدمیوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل کیا۔ تجارت کے ماہر تھے اور راہ خدا میں یہاں تک خرچ کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ما نفعني مال ما نفعني مال ابي بكر (مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابو بکر کے مال نے دیا)۔ اسلام لاتے وقت ان کے پاس 40ہزار دینار تھے۔ عمرو بن العاصؓ نے جب حضور اکرم ﷺ سے پسندیدہ شخص کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا: ابو بکر۔ ان کے فضائل میں محدثین نے باب مناقب ابی بکر کے عنوان سے روایات جمع کی ہیں۔ مسلمانوں کے خلیفہ اول اور ختم نبوت کے محافظ تھے۔ فتنہ

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 21, 2025

ارتداد کا ایسا قلع قمع کیا کہ دوبارہ اسے سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ منکرین زکوۃ کے خلاف ایسا سخت قدم اٹھایا کہ شعائر اسلامی کو خوب مستحکم کر دیا۔ 13ھ میں وفات پائی اور مدینہ منورہ میں روضہ اطہر میں دفن ہوئے۔ شمس الدین احمد بن محمد بن عثمان الذھبی، سیر اعلام النبلاء، ج:2ص:355، بیروت، موسسۃ الرسالۃ،1985ء

[6] ابو بکر احمد بن الحسین البیھقی، دلائل النبوۃ، مقدمہ، ص:25 بیروت: دار الکتب العلمیۃ1985ء

[7] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، ج:2، ص:95 مصر: المطبعۃ الکبری الامیریۃ السلطانیۃ،1422ھ

[8] ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد السھیلی، الروض الانف، ج:4، ص:34، بیروت: دار احیاء التراث العربی،2000ء

[9] عبدالرحمن السھیلی، الروض الانف، ج:4، ص:34

[10] ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ج:1، ص:132

[11] علامہ ڈاکٹر محمد اقبال 9نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ وکالت کی تعلیم حاصل کی اور جرمنی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وطن آکر سیاست میں حصہ لیا اور شاعر مشرق بن کر ابھرے۔ بانگ درا، بال جبریل، پیام مشرق، جاوید نامہ، ارمغان حجاز، اسرار خودی اور رموز بے خودی ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ 11اپریل 1938ء کو انتقال کر گئے۔ ملخص از مولانا سید ابوالحسن ندوی، نقوش اقبال، کراچی، مجلس نشریات اسلام،1975ء

[12] ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ج:1، ص:165

[13] امام احمد بن حنبل، مسند احمد، ج: 31، ص:342بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ:2001ء

[14] صحیح مسلم، ج:3، ص:11

[15] ابو نعیم الاصفھانی، دلائل النبوۃ، ص:230 بیروت: دار النفائس،1986ء

[16] سورۃ آل عمران :64

[17] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، تحت الآیۃ

CC BY